مولانا یحییٰ نعمانی (لکھنؤ)

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ایک عظیم کارنامہ
شریعت اسلامیہ کی حکیمانہ ترجمانی

[علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ علوم اسلامیہ کی جانب سے ''شاہ ولی اللہؒ کی فقہی خدمات'' کے موضوع پر ۱۸۔۱۹؍نومبر ۲۰۰۵ء کو ایک دوروزہ سیمینار منعقد ہوا۔ سیمینار سے چند روز پہلے ڈائریکٹر سیمینار اور ہمارے قدیم کرم فرما جناب مولانا ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی مدظلہم کا خط موصول ہوا کہ مقالہ بھلے تیار نہ ہو، شرکت ضرور کریں، نتیجتاً شرکت کی گئی، بڑا سنجیدہ سیمینار تھا اور ڈائریکٹر سیمینار مولانا یٰسین مظہر صدیقی کی حوصلہ مندی و بلند ہمتی کا نشان۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے فقہی نظریات پر بڑے جامع مقالات مختلف عنوانات کے تحت سامنے آئے۔ ذیل کی سطروں میں راقم کی وہ تقریر نذر ناظرین ہے جو سیمینار کے اختتامی اجلاس میں صدارتی خطبہ کے طور پر کی گئی۔ یونیورسٹی کے ایک ریسرچ اسکالر نے اسی وقت تقریر کے نوٹس لے کر یہ کہہ کر ہی حوالے کیے تھے کہ اب مرتب کر کے ''الفرقان'' میں دے دی جائے۔
سیمینار کی آخری نشست میں ایک ایسا مقالہ بھی پڑھا گیا جس میں موجودہ دنیا میں قیام امن کے لیے شاہ ولی اللہؒ کے نظریات کے حوالے سے بعض تجاویز پیش کی گئی تھیں۔ مقالہ انگریزی میں تھا اور فلسفیانہ رنگ لیے ہوئے تھا۔ راقم سطور نے محسوس کیا کہ شاہ صاحبؒ نے مسئلہ وحدۃ الوجود کی جو تشریح و تائید کی ہے اس کو بنیاد بنا کر فاضل مقالہ نگار نے کفر و اسلام کی سرحدوں کو نرم کرنے کی سعی کی ہے، اور بات پرامن بقاء باہمی کے نظریے سے کہیں آگے بڑھ کر اہل اسلام کے ملّی تشخص کے تحلیل کرنے تک پہنچ رہی ہے، جس کے لیے اگر کفر و اسلام کا آمیزہ تیار کرنا پڑے تو اس کے لیے بھی جواز ''وحدۃ الوجود'' کا نظریہ فراہم کر سکتا ہے۔ اس لیے راقم سطور کو اپنی تقریر میں اس مسئلہ پر بھی کچھ اظہار خیال کرنا پڑا۔ یحییٰ]

حمد و صلوٰۃ کے بعد:

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ کی فقہی خدمات کے مختلف پہلوؤں پر بڑے جامع مقالات پڑھے گئے۔ مقالہ نگار حضرات کے علم و فضل میں اللہ اضافہ فرمائے اور خاص طور پر شعبۂ علوم اسلامیہ کے ذمہ داروں، خصوصاً اس کے روح و رواں اور ڈائریکٹر سیمینار پروفیسر مولانا محمد یٰسین مظہر صدیقی مدظلہم کو جزائے خیر دے جنہوں نے علم و فکر کی یہ بزم سجائی اور ہم سب کو اس سے مستفید ہونے کا موقع دیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ کو اللہ نے بڑے عظیم ہمہ گیر تجدیدی کام کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ لیکن برصغیر ہند و پاک میں ان کے تجدیدی کام کا سب سے اہم گوشہ شریعت و فقہ اسلامی کے میدان ہی میں تھا۔ سیمینار میں اس کارنامے کے مختلف

پہلوؤں پر شاہ صاحبؒ کے کام اور ان کے نظریات کا تعارف کرایا گیا۔

لیکن اس کم علم کا اندازہ ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کا فقہ وشریعت اسلامیہ کی خدمت کے میدان میں کا جو اہم ترین کام ہے اور شاید وہی ان کی تجدید کا اصل عنوان ہے وہ ہے شریعت اسلامی کی حکیمانہ ترجمانی، اور شرعی احکام اور اسلامی نظام زندگی کی وہ تعبیر وتشریح جس میں صاف طور پر نظر آئے کہ یہ احکام انسانی مصالح کے نگہبان اور جوہر انسانیت کی حفاظت وترقی کے ضامن ہیں۔ یہ پہلو شاہ صاحبؒ کی تجدید کا سب سے دیدہ زیب حصہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ سیمینار میں اس پہلو پر پورے طور پر روشنی نہیں پڑسکی ہے۔ اس لیے کچھ اسی سے متعلق گفتگو کا ارادہ ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ چونکہ یہ ملت آخری اور یہ نبوت آخری ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک اس دین کی حفاظت کے لیے اور اس لیے کہ لگا تار ارتقاپذیر دنیا کے لیے اس کی مسلسل رہنمائی فراہم ہوتی رہے، اس امت میں سلسلۂ تجدید جاری فرمایا ہے تا کہ اس کے ذریعہ انسانوں پر علوم نبوت کا فیضان ہوتا رہے۔ قرآن مجید کے اشارے اور سنت نبویہ کی تصریحات ہمیں اس کا پتہ دیتی ہیں کہ یہ نظام تجدید اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق والہام کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ہر زمانے میں مجددین ہونے کی بشارت آں حضرت محمد ﷺ نے جن الفاظ میں دی ہے وہ وہی الفاظ اور وہی اصطلاح (بعثت) ہے جن کے ذریعہ انبیاء علیہم السلام کے آنے کی خبر دی جاتی ہے۔

اِنَ اللہ یَبعَثُ لِھٰذِہِ الاُمَّۃِعَلیٰ رَأسِ کُلِّ قَرنٍ مَن یُجَدِّدُلَھَادِینَھَا۔ (ابوداؤد)

اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر دور میں ایسے لوگ بھیجے گا جو اس کے دین کی تجدید کرتے رہیں گے۔

یہ نہ معاذ اللہ کوئی نئی نبوت ہے نہ کوئی بدعت، بلکہ محض امامت دین اور وراثت نبوی کا تسلسل ہے اور اللہ کی توفیق خاص اور الہام کا معاملہ ہے۔ وراثت نبوت کی حامل جماعت کے لیے کہیں قرآن کہتا ہے:

فَأَنزَلَ اللّٰہُ سَکِینَتَہ عَلَیٰ رَسُو لِہ وَعَلَیٰ المُؤمِنِینَ وَأَلزَمَھُم کَلِمَۃَالتَّقویٰ. (الفتح:۲۶)

تو اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینت واطمینان نازل فرمایا اپنے رسول اور مومنین پر اور ان کو تقویٰ کی بات کے ساتھ لازم کر دیا (یعنی انکی زبان پر حق جاری کر دیا)۔

قرآن وسنت میں اس طرح کے اشارے اور بھی ہیں، یہاں اس سے اس نتیجہ تک پہنچنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ مجدّ دین سے اپنے خصوصی الہام وتوفیق کے ذریعہ اسلام کی وہ خدمت اور نصرت دین کا وہ کام لیتا ہے جس کی اس دور میں خاص ضرورت ہوتی ہے، اور اس میں ان کی اپنی ذہانت وذاتی علم کو زیادہ دخل نہیں ہوتا بلکہ اصل کارفرمائی توفیق الٰہی اور الہام ربّانی کی ہوتی ہے۔

شاہ صاحبؒ کا زمانہ وہ ہے کہ جب قدیم دنیا کے بطن سے اک نئی دنیا کا ظہور ہو رہا تھا۔ انسانیت فکر وتہذیب کے ایک بالکل نئے دور میں داخل ہو رہی تھی۔ یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے نتیجہ میں مغرب کی مادہ پرستانہ وظاہر بین تہذیب کا سیلاب بلاخیز آیا چاہتا تھا۔ ایک عقل پرست دور آنے والا تھا، جس میں امت مسلمہ کے ایمان کی سلامتی کے لیے اور عام انسانوں کو دعوت دینے کے لیے شریعت اسلامی کی عقل کو مطمئن کرنے والی تشریح کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس کو توفیق ربانی اور فیض

الہام کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ابھی برصغیر میں مغربی فکر وتہذیب کی شاید ہوائیں بھی نہ پہنچی ہوں گی، اور وہاں آنے والے عقلی طوفان کی کچھ لہریں بھی ہند کے ساحل سے نہ ٹکرائی ہوں گی کہ امام الہند اس کے مقابلہ کے لیے لام بندی کرتا نظر آتا ہے۔ یہی نہیں کہ شاہ صاحبؒ ماضی کے آدمی نہیں تھے، بلکہ یہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ شاہ صاحب اپنے حال سے زیادہ مستقبل کے آدمی تھے، ان کو غیب سے اس طرح کے اشارے ملے تھے، کہ فقہ اسلامی اور شریعت محمدی کو اب نئے دلیل وبرہان اور نئی ترجمانی کی ضرورت ہے۔ شاہ صاحبؒ کا یہ کارنامہ ان کے علمی شاہکار ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کی شکل میں سامنے آیا ہے، اس کے مقدمہ میں شاہ صاحبؒ نے صاف طور پر اظہار فرمایا ہے کہ ان پر علم نبوت کا یہ فیضان ہوا کہ دین کی ایک خاص قسم کی توضیح وتشریح اور ترجمانی کی ضرورت ہے اور یہ حکمت ان کو عطا فرمائی جارہی ہے، پھر کچھ دنوں کے بعد ان کے دل میں خیال اس طرح ڈالا گیا کہ انہی کو یہ کام کرنا ہے، تاکہ شریعت محمدیہ کی دلیل وبرہان کے کامل پیرہن میں جلوہ افروز ہو پھر زمین اللہ کے نور سے چمک اٹھے گی، اور شریعت کی ترجمانی کے اس نورانی سورج کی کرنیں مغرب میں منعکس ہوں گی، (حجۃ اللہ البالغہ) اس کم علم کا خیال ہے کہ شریعت کی ترجمانی اور اس کی حکیمانہ تشریح دراصل شاہ صاحبؒ کی فقہی خدمات میں سب سے بنیادی کارنامہ اور سرفہرست عنوان ہے۔ اس لیے کہ فقہ شریعت کی ترجمانی وتعبیر ہی تو ہے۔ شریعت روح ومغز، اور فقہ اس کا جسم اور ظاہری لباس ہے۔

حکمت ولی اللہ کی عصری معنویت:

ہم سب جانتے ہیں کہ انسانی علم ارتقاء پذیر ہے۔ مغربی تہذیب کے جلو میں کائنات پر تحقیق کا ایک نیا دور شروع ہوا، اور مادّی کائنات پر کی جانے والی تحقیقات اسلامی حقائق پر مزید گہرے ایمان کا ذریعہ بنیں، اور قرآن کی حقانیت مزید واضح ہوئی۔ شروع شروع میں جب انسان نے کائنات کی دریافتیں کیں تو اس کو علم کا اور ہمہ دانی کا کچھ غرّہ ہوا، اور وہ وحی نبوت اور مافوق الطبیعت ہر چیز کا منکر ہوا، مگر ذرا وقت گذرا اور دریافت وتحقیق کا نشہ کچھ کم ہوا تو اب سائنس کی دنیا میں عجز وقصور اور نگاہ وعلم کی تنگ دامنی کا اعتراف بھی عام ہے، اور اسلام کا معجزہ بھی ظاہر تر ہوتا جارہا ہے۔

مغرب نے کائنات کے ساتھ خود حضرت انسان کو بھی اپنے مطالعہ کا موضوع بنایا، اور جس طرح اس نے کائنات کے بارے میں ماضی کے سارے تصورات کو بالائے طاق رکھ کر از سرنو مطالعہ کیا تھا، اسی طرح انسان پر تحقیق میں اس نے پچھلے سارے مسلّمات کو بھی ایک طرف رکھ دیا اور خالص مادّی طریق تحقیق سے انسان کا مطالعہ کیا۔ اللہ کی تقدیر کہ مغرب صرف تلوار کا فاتح نہیں ثابت ہوا، فکر وقلم کے میدان میں بھی اس نے فتحیابی کے جھنڈے گاڑے، شاہ صاحبؒ تو اس کی فتحیابیوں کے مکمل ہونے سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہوچکے تھے، مگر توفیق الٰہی نے ان سے مستقبل کے زمانے کے کار تجدید کی بنیاد رکھوائی تھی۔ خود انہوں نے اپنے بارے میں تحدیث نعمت کے طور پر کہا تھا کہ وہ اپنے دور کے ''فاتح'' ہیں۔

مغربی تہذیب کے عالم گیر پھیلاؤ کے نتیجہ میں دنیا میں ایک خاص طرز فکر بھی عام ہونا تھا، جس کی بہت کچھ بنیاد انسانی واجتماعی علوم کے بارے میں مغرب کے مطالعہ میں پائی جاتی تھی۔ اس مطالعہ میں انسان کی فکری خصوصیات، اس کے جذبات، اس کی نفسیات، اس کی معاشرت، اس کی تہذیب، تمدن، رسم ورواج، اجتماعی معاملات، تاریخ، اخلاقیات، سیاسیات، اور

معیشت وتجارت کے موضوع پر خالص عقل وتجربہ کی بنیاد پر بہت سارے نظریے قایم کیے گئے ہیں۔اس میں بہت کچھ مثبت تحقیقات اور فطرت کے گہرے رازوں کا علم ہے،اور بہت کچھ ایسا بھی جو صرف مذہب کے خلاف مغرب کی ردعمل کی نفسیات کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا جہل وضلال اور فتنہ وفساد۔مگر یہ ضرور ایک حقیقت ہے کہ اب جب شریعت یا فقہ کا کوئی حکم بیان کیا جاتا ہے تو ایک عام پڑھا لکھا آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کے ذہن کو اس کی حکمت ومصلحت اور عقلی توجیہ بھی بتائی جائے۔

''حجۃ اللہ البالغہ'' شاہ صاحبؒ نے شریعت اسلامیہ کی اسی حکیمانہ تشریح اور شرعی مصالح کے اظہار کے لیے تحریر فرمائی ہے۔مگر آپ ضرور حیران ہوں گے کہ شاہ صاحب نے دینی تصنیف کی صدیوں سے چلی آرہی مروّجہ فقہی وکلامی ترتیب کو چھوڑتے ہوئے کتاب کے آغاز میں ،انسان ،اس کی تخلیق ،دنیا میں اس کے مقام وحیثیت ،اور پھر تمدن کے ارتقا (ارتفاقات) کی اس ترتیب وانداز سے شرح کی جس میں اسلامی احکام فِٹ (Fit) بیٹھ سکیں۔اس کے بعد شاہ صاحب نے انسانی علوم کے اس بنیادی سوال کو کہ ''انسان کی کامیابی کیا ہے؟''عقلی انداز سے اٹھایا ہے،اور اسکی ایسی گہری عقلی تشریح کی ہے کہ دین وشریعت کے مقاصد سامنے آجاتے ہیں۔شاہ صاحب نے اس طرح شریعت کی نئی عقلی تشریح وتعبیر کی بنیاد رکھی ہے۔جس میں شرعی احکام کی انسانی علوم اور سوشل سائنسز کی روشنی میں اسرار اور حکمتیں بیان کی جاتی ہیں۔

پھر پوری کتاب اس تشریح اور حکیمانہ توجیہ کا شاہ کار ہے۔ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ کام یعنی شرعی احکام کی مصلحتوں کا اظہار وبیان اور اس کی عقل کی روشنی میں تائید شاہ صاحب پر ختم نہیں ہوتا ، بلکہ شاہ صاحب نے یہ کام شروع فرمایا تھا۔انہوں نے چٹان کھود کر سرنگ نکال دی ہے، بند راستوں کو کھول دیا ہے۔انسانی عقل وعلم ارتقا پذیر ہے۔تجربات انسان کو بصیرت دیتے رہتے ہیں، نئی جاہلیت نے دنیا کو فساد وظلم سے بھر دیا ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ اس باب میں ولی اللہی جماعت قدم آگے بڑھائے۔اور عقل وتجربات کی روشنی میں اس حقیقت کو روشن تر کرے کہ شریعت اسلامی ہی کے سائے میں انسانی مصالح کی رعایت ممکن ہے،اور وہی انسان کے صحت مند ارتقا کی ضامن ہے۔

جی چاہتا ہے کہ درخواست کروں کہ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات میں اس کام کے لیے بلکہ زمانے کی اس تشنہ ضرورت کے لیے کوئی خاص سیل قائم ہو،اور ہم سب اس کے ساتھ تعاون کی کوئی شکل نکال سکیں۔

اس سیمینار کے دوران بڑا احساس ہوا کہ سیمینار میں ہمارے مدارس کے فضلاء کی کافی تعداد ہوتی تو بڑا فائدہ ہوتا۔یا کوئی ایسی شکل ہوتی کہ اس سلسلے کے سیمینار شعبۂ علوم اسلامیہ کسی بڑے دار العلوم میں کراتا۔ایسی صورت میں اس کی افادیت کا دائرہ کافی وسیع ہوتا۔

آخر میں یہ کم علم ایک ضروری وضاحت کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔حضرت شاہ صاحبؒ دین اسلام کے ایک عظیم المرتبت مجدّد ہیں۔مگر ہمارا ان سے رشتہ اسی لیے ہے اور اسی بنا پر ان کا احترام ہمارے دل میں ہے کہ وہ اسلام کے ایک خادم اور رسول اللہ ﷺ کے دین کے ایک ترجمان ہیں۔ہمارے سامنے ان کی طرف منسوب اگر کوئی ایسی فکر آتی ہے جس سے اسلام کے محکم ویقینی عقائد پر کوئی حرف آتا ہے تو ہم بے تکلف اس فکر سے برأت ظاہر کرتے ہیں۔

ہم یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ مسئلہ وحدۃ الوجود کی بنیاد پر اگر اسلام اور کفر کی سرحدوں کی دوری کو کم کرنے کی

کوشش ہوتی ہے تو ہم کو ایسے ''وحدۃ الوجود'' سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ہم اس کو آخری درجہ کی گمراہی سمجھتے ہیں۔ اور ہم اس کے بارے میں وہی کہیں گے جو حضرت مجدّد الف ثانیؒ نے اپنے ایک مسترشد سے فرمایا تھا کہ:

''میرے مخدوم! فقیر اس طرح کی باتوں کو سننے کی تاب نہیں رکھتا۔ ہمیں محمد عربی ﷺ کی پروا ہے ابن عربی کی نہیں۔ ہمیں نص چاہیے، فص نہیں۔ فتوحات مدینہ نے ہم کو ''فتوحات مکیہ''(۱) سے بے نیاز کر دیا ہے۔'' (مکتوبات)

میں یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ''وحدۃ الوجود'' اس راہ کے تجربہ کاروں کے مطابق ایک خالص ذوقی چیز اور روحانی مشاہدہ ہے۔ اس کا خارج کی حسّی دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ حضرات ہمیشہ ظاہر اور مظہر میں فرق کرتے آئے ہیں۔ اس سے زیادہ تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

دوسری بات یہ بھی جان لینی چاہیے کہ ہم جس شاہ ولی اللہؒ کو جانتے ہیں وہ ہرگز اس کے لیے تیار نہیں تھے کہ کفر و اسلام اور حق و باطل کا کوئی آمیزہ تیار کیا جائے۔ ان کی کتابیں اس پر گواہ ہیں کہ وہ شعائر اسلام کے احیاء اور ملت توحید کی صفات کو زندہ کرنے کے لیے کوشاں رہے۔

ہم جس شاہ ولی اللہؒ سے واقف ہیں اس کے دل میں ملّی حمیت کا شعلہ جلتا تھا۔ وہ اسلام کی غربت اور شعائر اسلام کی پامالی پر خون کے آنسو روتا تھا، کچھ اور نہ پڑھیے صرف احمد شاہ ابدالی کے نام شاہ صاحب کے خطوط پڑھیے، یہ مغالطہ دور ہو جائے گا کہ شاہ صاحب کے فکر سے کچھ ایسا بھی برآمد کیا جا سکتا ہے جو ہمیں یہ بتائے کہ ''امن'' کی خاطر کفر و اسلام کی سرحدوں کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

اس وقت دنیا میں پھیلی بدامنی کی وجہ یہ نہیں ہے کہ لوگ ''وحدۃ الوجود'' کے مسئلے سے ناواقف ہیں۔ امن و سلامتی سب کو مطلوب ہے مگر اس امن کے مقابلے میں ہمیں موت عزیز ہے، جس کی خاطر اسلام کو کفر آمیز کیا جائے۔

(مطبوعہ: ''الفرقان'' لکھنؤ۔ دسمبر ۲۰۰۵ء)

---

(۱) اشارہ ہے ابن عربی کی کتاب ''فصوص الحکم'' اور ''فتوحات مکیہ'' کی طرف

ہمہ قسم ہومیو کتابوں کا مرکز
ملک ہومیو سٹور
ہمارے ہاں جرمنی، فرانس، بائیوران اور پاکستان
میڈیسن ہول سیل ریٹ پر دستیاب ہیں
چوک گھنٹہ گھر کچہری روڈ ملتان 0300-7312131